

Abhi imkan baqi hai epi 3

by kcs

## ابھی امکان باقی ہے

اُن کرداروں کی کہانی، جو ہر معاشرے میں بکھرے پڑے ہیں مگر  
جب یہ کردار امر ہو جائیں تو مزید کا بھی امکان باقی رہتا ہے **قسط نمبر 3**

وہ خاموشی سے اٹھا اور اللہ حافظ کہتا لاؤنج سے کاریڈور کی طرف مڑ گیا۔ اُس کے جاتے ہی شریح خان بھی کھڑے ہو گئے۔  
”یہ باتیں تم اُسے بعد میں بھی سمجھا سکتی تھیں۔“ وہ بھی اپنی نشست سے کھڑی ہو گئیں۔  
”یہ باتیں ابھی سمجھانے والی تھیں۔ میں نہیں چاہتی کہ میری کسی ایک بہو کو بھی احساس کمتری کا احساس ہو۔ ارونی..... جن حالات کو سہہ کر یہاں تک آئی ہے وہ تو احسان مندی و کمتری میں دبی رہے گی اور کیا پتہ کہ دشمن اور سرینہ میں سے کوئی اُسے مزید دبانے کی کوشش کرے۔ اگر ارج ہی اہم نے اُسے اپنا اعتماد نہ بخشا تو گھر کے حالات کیا ہوں گے آپ نہیں جانتے۔“ بی بی جان کی دور اندیشی سے شریح خان متفق نہیں ہوئے۔

”افوہ تم کوئی الٹی سیدھی فکر مت پالو..... ماشاء اللہ ہماری دونوں بہویں بہت نیک، اور اچھی سیرت کی مالک ہیں۔“

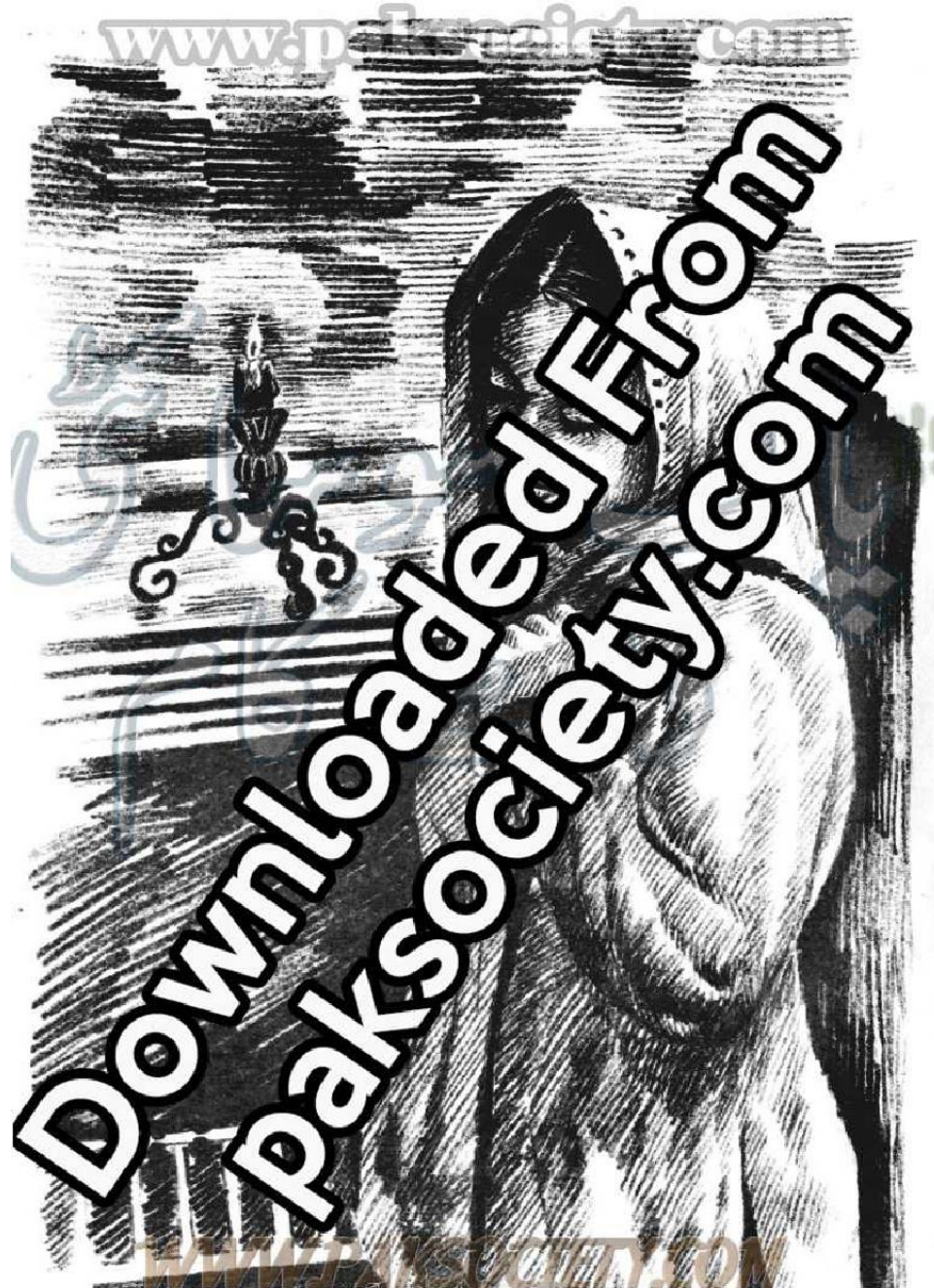
”مجھے اُن کی اچھائی سے انکار نہیں ہے مگر عورت کی فطرت کب بدل جائے۔ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ خیر آپ نہیں سمجھیں گے، یہ گھریلو معاملات ہیں ان سے مجھے ہی غصے دیں۔ آپ چلیں اب آرام کریں چل کر.....“

☆.....☆.....☆

”انعم ابھی سونے کے لیے لیٹی تھی کہ اُس کا سیل فون بج اٹھا۔ سرینہ بھابی کا نام اسکرین پر جھلکا تا دیکھ کر وہ حیرت سے سوچنے لگی۔ شام ہی تو اُن سے بات ہوئی تھی۔

”فون ریسیو کیوں نہیں کر رہی ہو۔“

اُس کے شوہر فائق نے لیپ ٹاپ سے نگاہ اٹھا کر اُسے مخاطب کیا۔ وہ اس وقت کوئی ضروری میل





کر رہا تھا۔ انہم نے جلدی سے فون ریسیو کیا۔  
 ”خیریت ہے نا بھابی.....“ انہم نے دانستہ آواز دھیمی رکھی۔  
 ”خیریت ہی خیریت ہے۔ بلکہ خوشخبری سنو.....“ سہرینہ کی آواز میں کھٹک و شوخی تھی۔  
 ”خوش..... خبری..... کیسی..... کیا آپ کا پرائز بانڈ نکل آیا ہے۔“ جواباً انہم نے بھی چھیڑا۔  
 ”پرائز بانڈ میرا تو نہیں الیٹہ اسم کی لائری لگ گئی ہے۔“  
 ”بھائی تو ان چیزوں میں کبھی بھی انٹر سٹڈ نہیں رہے۔“  
 ”پھر بھی قسمت اُس پر مہربان ہو گئی ہے۔ تم آ جاؤ اور دیکھ لو۔“ سہرینہ کی بات انہم کے پلے نہیں پڑی۔

”کیا..... دیکھ لوں بھابی.....؟ پلیز سسپنس مت بڑھائیں۔ جلدی بتائیں کیا بات ہے۔ آپ میری کنڈیشن جانتی ہیں، میں اس طرح کا سسپنس برداشت نہیں کر سکتی۔“  
 ”اچھا! پھر سنو! اسم کی شادی ہو گئی ہے۔“  
 ”کہ..... کیا..... آپ مذاق کر رہی ہیں نا؟“ انہم کو بے یقینی تھی۔  
 ”میں بالکل بھی مذاق نہیں کر رہی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بابا جان اور اسم ہماری دیو رانی اور تمہاری بھابی کو لے کر آئے ہیں۔ بس تم آ جاؤ۔ پھر مل کر اسم کو گھیریں گے۔“ دوسری طرف سے یقین دلا یا گیا۔  
 ”مجھے یقین نہیں آ رہا..... اس طرح کیسے؟“  
 ”یقین کر لو بانی ڈیر.....“ سہرینہ بھابی نے مختصر بتایا انہم کو بھی کھلبلی مچ گئی۔ بھابی کی شادی ہو گئی تھی اور وہ بے خبر تھی۔ فون بند کر کے اُس نے مصروف شوہر کو دیکھا۔  
 ”فائق..... کتن..... اسم بھابی کی شادی ہو گئی ہے۔“  
 ”یہ تو ہوتا ہی تھا.....“ بیوی کی اطلاع پر پہلے وہ ذریعہ بڑبڑایا پھر جیسے چونک کر پوچھنے لگا۔  
 ”کیا کہا؟ اسم کی شادی..... کہ..... ب..... کیسے؟“  
 ”یہ ہی تو مجھے نہیں پتہ کب اور کیسے..... پلیز مجھے بابا جان کے گھر لے چلیں نا۔“  
 ”اس وقت.....؟“ فائق کی نظریں وال کلاک پر گئیں رات کے پونے بارہ بج رہے تھے۔  
 ”وقت کو کیا ہوا..... ابھی پونے بارہ ہی تو بجے ہیں۔“ انہم نے لاڈ و ناز سے کہا تو فائق نے اُسے نظر اٹھا کر دیکھا۔

”ڈیر وائف یاد کرو رات گیارہ بجے بیت ابھٹ کا مین گیٹ بند ہو جاتا ہے۔ پھر وہاں سے کسی کو آنے جانے کی پر مشن نہیں ہوتی۔ سو جاؤ صبح لے جاؤں گا۔“  
 ”صبح..... فائق..... اسم بھابی کی شادی ہو گئی ہے۔ پتہ نہیں کیسے..... وہاں شام تک ایسا امکان بھی نہیں تھا۔ وہاں سب جاگ رہے ہوں گے اور..... مجھے تو جا کر کبھی سے لڑنا ہے۔ کسی نے..... مجھے بتایا بھی نہیں..... کہ.....“ انہم نے کچھ زچ ہو کر کہا۔  
 ”تمہارے بھائی کا کسی کے ساتھ کوئی چکر چل رہا تھا؟ تم نے کبھی بتایا نہیں؟“ فائق نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے کچھ جیسے لہجے میں پوچھا تو انہم حیران ہوتے ہوئے قدرے جک کر بولی۔

”ایسی کوئی بات ہوتی تو میں نہ جانتی۔“  
”چند گھنٹوں میں تمہارا بھائی کسی کو شادی کر کے لے آیا ہے۔ بنا کسی افیئر کے تو اس طرح کوئی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔“

”پتہ نہیں کیا معاملہ ہے۔ آپ بس مجھے لے جائیں ورنہ پھر میں خود چلی جاتی ہوں۔“  
”کہہ رہا ہوں نا..... صبح لے جاؤں گا۔ تم مجھے جلدی اٹھا دو..... ویسے بھی وہاں کبھی سوچکے ہوں گے۔ اور امی، ابو بھی سو رہے ہیں۔ انہیں بتائے بنا میں اس وقت کہیں نہیں جاسکتا۔“ فائق نے بات ختم کر دی۔

انہم نے فائق سے شوہر کو دیکھا۔ دل میں کبیدگی بھی بڑھ گئی۔ بی بی جان کی تربیت کے برعکس وہ شوہر سے رخ موڑ کر لیٹ گئی۔ ویسے بھی وہ ماں بننے کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ ان دنوں میں اُس کے مزاج میں چڑچڑاہٹا چار ہاتھا۔ فائق بلال نے اُسے ایک نظر دیکھا اور تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا۔ اس وقت اُس کا بھی منانے کا موڈ نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

بی بی جان کی باتیں وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ وہ اُسے کیا باور کرانا چاہتی تھیں۔ بی بی جان کی نصیحتیں اُسے سیرِ حیاں چڑھتے اور دروازے تک آتے بھی کانوں میں گونجتی محسوس ہوتی تھیں۔ وہ اب جیسی بھی تھی اُس کا نصیب بھی۔ بھاپیوں کی چھینر چھاڑ سے اُسے کچھ اندیشے بھی لاحق ہو گئے تھے مگر اُس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اُسے عزت و مان ضرور دے گا۔ خواہ اُس کا دل مائل ہو نہ ہو۔

وہ بے دھیانی میں اندر داخل ہوا تو نیلم کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔

”آپ کہاں چلے آ رہے ہیں امم بھائی، فی الحال یہاں آپ کی انتہی نہیں ہو سکتی..... آپ آج اپنا ٹھکانہ کہیں اور کریں۔“ نیلم کی شوخی گھونگھٹ میں چھپی ارونی کو بھی گدگدائی تھی۔ اُسی نے آہٹ پر ارونی کا لمبا گھونگھٹ نکال دیا تھا تا کہ امم اُسے نہ دیکھ سکے۔

”کیس کا مشورہ ہے؟“ امم اطمینان سے مسکراتا چند قدم بڑھ آیا۔

”مشورہ نہیں یہ آپ کی سزا ہے۔“ آپ جب تک باقاعدہ دولہا نہیں بنیں گے اور ہمیں ہمارا ٹیگ نہیں ملے گا ہم آپ کو بھابی کی صورت بھی نہیں دیکھنے دیں گے۔“

”ٹیک تو تمہیں مل جائے گا، بابا جان نے دو تین دن کی مہلت دی ہے مجھے..... کیش چاہیے تو ابھی لے لو۔“

”اتنے سستے میں جان نہیں بچھڑے گی آپ کی..... ضیغم لالہ نے اپنی شادی پر ہمیں سیٹ بنا کر دیا تھا۔“

آپ سے مجھے جڑاؤ بریسلٹ چاہیے۔“

”تو لے لینا..... گڑیا..... میں کب انکار کر رہا ہوں۔“ امم چلتا ہوا کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ نیلم کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ملازمہ شادوا اپنی بیٹی کے ساتھ اُن کا کھانا لے آ گئی۔ ساتھ ہی اُس نے نیلم کو پیغام دیا۔  
”نیلم بی بی..... بی بی صیب کہہ رہی ہیں آکر سو جائیں۔“ بی بی جان کا پیغام نیلم کے منصوبے پر پانی پھیر گیا۔ کھانا مزہ پر کھتے ہوئے شادوا بی نے کن اکھیوں سے دلہن کی جانب بھی دیکھا۔ وہ گھونگھٹ میں





”کتنی حیران کن اور عجیب بات ہے نا کہ..... آج شام تک ہم ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں تھے اور..... اب..... ہم ایک کمرے میں موجود ہیں۔“ اسم کی بات پر وہ تانیداً مسکرا دی۔ اُس کے دائیں گال کا ڈمپل تو اسم کو مزید لوٹ کر لے گیا۔ اُس کے وجود میں یکدم رو پہلو سے جذبے انگڑائی لے کر بیدار ہو گئے تھے۔

کسی انجان لڑکی کے لیے اچانک محبت اُٹھ پڑنا اُسے حیران کر رہی تھی۔ وہ خود اُس کے لیے پلیٹ میں کھانا نکال کر پیش کر رہا تھا۔ وہ بہت جھنجکی ہوئی شرمندہ شرمندہ سی اُس سے پلیٹ تھام رہی تھی۔ اُس کے احساسات و جذبات بھی اسم سے مختلف نہ تھے۔ کوئی انجان شخص پہلی بار ہی اُس کے دل میں سا گیا تھا۔ اُس کی اپنائیت اردوئی کو اپنا گردیدہ کر گئی تھی۔

”سنو! تمہارا اپنا کھر ہے۔ آرام سے بنا تکلف کے کھانا کھاؤ۔“ اردوئی نے بس سر ہلایا۔ وہ بار بار اصرار کرتا رہا۔ کھانا ختم کر کے اُس کی طرف نشوونما بڑھاتے ہوئے خوشدلی سے ہنستے ہوئے بولا۔

”مجھے کہنا تو پہلے ہی چاہیے تھا کہ تم بھی ایزی ہو جاؤ مگر اپنی بھوک کی وجہ سے..... اوکے اب اٹھو..... ایزی ہو جاؤ تمہارا سا..... نا.....“ اسم نے کہتے کہتے نگاہ کمرے میں دوڑائی۔

”ہا.....ں وہ رہا۔“ اُس کا سوٹ کیس اُس کی نگاہوں کی زد میں تھا۔ اسم خود واش روم میں ہاتھ دھونے چلا گیا۔

اردوئی اٹھ کر اپنے سامان کے پاس آگئی۔ سوٹ کیس کہیں کھول کر جھنکتے دیکھتے کپڑوں میں سے اُس نے اپنے لیے ایک سادہ کاٹن کا گلابی سوٹ نکالا۔ جس پر گہرے گلابی رنگ کے دھاگے سے بڑی خوبصورت کڑھائی اُس نے خود کی تھی۔ وہ کپڑے لے کر کھڑی ہوئی تھی کہ شادابی اپنی بیٹی شمو کے ساتھ دستک دے کر اندر چلی آئی۔

اُسے گھونگھٹ کے بغیر دیکھ کر وہ بھی مبہوت رہ گئی۔ شمو نے بھی چائے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اُسے پُر شوق انداز میں دیکھا۔

”ماشاء اللہ..... ماشاء اللہ..... بسم اللہ..... چشم بدور..... بی بی صیب مقدر والی ہیں۔ اک سے بڑھ کر اک سوئی بہولی ہے بی بی صیب کو۔“ شادابی نے بڑھ کر چٹ چٹ اُس کی بلائیں لیں۔ شادابی کی محبت پر وہ جینپ کر کھڑی تھی جبکہ اسم بھی مسکراتا باہر آیا تھا۔

”یہ شادابی ہیں، ان کے بغیر ہمارے گھر کا کوئی کام نہیں ہو سکتا۔“ اسم نے تعارف کرایا۔ شادابی کی مسکراہٹ اور واضح ہو گئی۔ گہرے رنگ کے لباس میں سالو نیلی سی شادابی کا رنگ مزید گہرا ہو گیا تھا۔

”چھوٹے خان جی..... آپ کو بہت مبارک ہو۔ اللہ جوڑی سلامت رکھے، خوشیاں نصیب کرے۔“ وہ اپنے مخصوص انداز میں دعائیں دے رہی تھی۔ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ شمو بھی خوشی سے چپک کر کہنے لگی۔

”اماں..... یہ بی بی بڑی سوئی ہے نا۔ چھوٹے خان آپ کی قسمت میں یہ لکھی ہوئی تھیں۔ اسی واسطے بی بی صیب کو کوئی پسند نہیں آتی تھی۔“ شمو کی بات پر اسم نے اُسے ٹوکا۔

”بس اب پرہیز کر جاؤ..... باقی باتیں سن کر لیتا۔“



”مسم! بے بیڈ کی سائینڈ ٹیبل سے اپنا والٹ نکال کر لایا۔ ہزار کا نوٹ نکال کر شوکی طرف بڑھایا۔  
 ”نہیں جی..... مجھے نہیں چاہیے..... میں تو چاندی کے کڑے لوں گی جی.....“ اروئی کھڑی حیرت سے  
 دیکھ رہی تھی۔

”لے لینا بھئی..... ابھی یہ رکھ لو..... میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں..... اور سنو..... چائے کے برتن  
 ابھی مت لینے آنا..... جاؤ.....“ شادو بی اور شو خوشی سے سر ہلا کر برتن سمیٹ کر چلی گئیں۔  
 ”زبدہ تم اس وقت الماریاں کیوں کھنگال رہی ہو۔ کیا گم ہو گیا ہے۔ سو جاؤ بھئی رات بہت ہو گئی  
 ہے۔“ زبدہ خان اپنی الماری سے جیولری بکس نکال کر بیڈ پر آ گئیں۔  
 ”مسم کی دہن کے لیے کچھ زیورات بخا کر رکھے ہوئے تھے۔ وہی نکال رہی تھی۔ صبح دہن کو دوں گی۔  
 کچھ چیزیں بخوانی بھی تھیں۔ اب سوچ رہی ہوں وہ اپنی پسند سے ہی بخوالے گی، ٹھیک ہے نا۔“  
 ”تم جو سوچ رہی ہو ٹھیک ہی ہے بلکہ اروئی بیٹی کے لیے صبح بازار جا کر کچھ کپڑے وغیرہ بھی خرید  
 لینا۔“

”جی..... وہ تو میں نے پہلے ہی سوچا ہے۔ بلکہ میں آپ سے یہ پوچھتا چاہ رہی تھی کہ مسم اور اروئی  
 کے ویسے کی دعوت آپ کب منعقد کریں گے۔ آ خر بھی خاندان والوں کو اس شادی کے بارے میں بتانا  
 بھی تو ہے۔“

”ہاں..... بتانا تو ہے۔ صبح بچوں سے مشورہ کر لیتے ہیں کل تو ممکن نہیں ہے، پرسوں کسی ہوٹل میں  
 آرٹنجمنٹ کروا لیتے ہیں۔ اور کل ہی سب کو فون کر کے انوائٹ بھی کر لیتے ہیں۔“ شریخ خان نے اپنی رائے  
 کا اظہار کیا۔

”اروئی کے گھر والوں کو بھی فون پر اطلاع دی جائے گی؟“  
 بی بی جان نے اروئی کے لیے سیٹ ڈیو میں سیٹ کرتے ہوئے استفسار کیا۔

”کل دونوں بچوں کو وہاں بھیجیں گے۔ اروئی بھی والدین سے مل لے گی۔ میں بھی احمد حسن کو فون  
 کر دوں گا۔“ شریخ خان اپنی جگہ پر نیم دراز ہو کر بولے۔

”ویسے کے بعد دونوں چلے جائیں گے۔ کل بھیجتا اتنا ضروری نہیں ہے۔ کل اروئی کے لیے ویسے کا  
 ڈریس بھی خریدنا ہوگا اور جوتے وغیرہ بھی اروئی کے بغیر نہیں خریدے جاسکتے۔“ بی بی جان نے سارا

سامان سمیٹ کر سائینڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔  
 ”ٹھیک ہے بھئی تم جیسا مناسب سمجھو..... میں احمد حسن سے خود ہی بات کر لوں گا۔“ شریخ خان نے

اُن سے متفق ہو کر بات ختم کر دی۔

☆.....☆.....☆

اروئی کے لیے یہ گھر بلکہ صرف اپنا کمرہ ہی کسی خواب مگر جیسا ہی تھا۔ ابھی اُس نے گھر دیکھا ہی کہاں  
 تھا۔ اپنے کمرے سے ڈرائنگ روم تک کا فاصلہ ہی اُسے نئے جہاں کی سیر کر گیا۔ چھت تک بنی لکڑی کی  
 منقش الماریاں اُس نے پہلے کہاں دیکھی تھیں۔

دیوار گیر آنکھوں سے ڈرائنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اُسے اپنا آپ آج بے حد معتبر محسوس ہوا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

220



اُس نے بھی خواہش نہیں پالی تھیں۔ یہی اپنی غربت و سفید پوشی کا شکوہ وہ کبھی دل میں لائی تھی بلکہ اکثر ہی امی جی یا وردہ کسی شے کی کمی پائی پر شکوہ کرتیں۔ یا غصہ دکھاتیں تو وہ مسکرا کر انہیں سمجھانے لگتی۔  
 ”امی جی..... ہمیں تو پھر بھی اتنا کچھ میسر ہے۔ اُن لوگوں کے بارے میں سوچیں جن کو اکثر بھوکا سونا پڑ جاتا ہے۔ یا پھر جن کو موسم کی شدتوں کو تاجار سہنا پڑ جاتا ہے۔ ہمیں تو سر پر پھت بھی میسر ہے اور والدین کا سایہ بھی سلامت ہے۔ آپ پریشان نہ ہوا کریں۔ اللہ کا شکر ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ عطا کیا ہے اور جو ہمارے نصیب میں ہے ہمیں مل جائے گا۔“

یقیناً اُس کی اسی قناعت پسندی اور صبر و حوصلے کی وجہ سے اس طرح نوازا گیا تھا۔ وہ لباس بدل کر کمرے میں آئی تو احم سیل فون پر مصروف تھا۔ اُس کے چہرے پر بڑی دلکش مسکراہٹ تھی۔ اُسے دیکھ کر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔ سیل فون اُس نے فوراً بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اُس کے چہرے پر اپنی روشن آنکھیں مرکوز کر دی تھی۔

اروئی کی آنکھیں شکر گزاری کے احساس سے بھیگنے لگی تھیں۔ گزر جانے والا دن اُس کی زندگی سے ساری تکلیفیں، اندیشے، خدشے کبھی کچھ ساتھ لے گیا تھا۔ زندگی کی نئی ابتداء اُسے آئندہ زندگی کی آسانئوں کی جھلک دکھا رہی تھی۔ احم کی پذیرائی نے اُس کے دل میں پھیلے اندھیروں کو جگمگا دیا تھا۔  
 محبت سچے تعلق سے ممو پائی ہے ہر بات ایتقان بن کر اُس کے دل میں اتر گئی تھی۔ احم کے لیے محبت اُس کے دل میں موجزن تھی۔

”وہاں بیٹ.....؟“ احم نے اُس کی آنکھوں کی نمی دیکھ کر بے چینی سے نہ صرف پوچھا بلکہ اُنھہ کر اُس کے قریب بھی آ گیا۔ پھر اُسے تمام کمر بستر پر بٹھایا۔ نیا انجانا لطیف سانس اُس کے وجود میں جلتی جگ بجایا گیا۔

”پریشان ہوا اب تک۔“ اُس کی خاموشی پر پھر سے استفسار کیا۔  
 ”آئی نو، بہت مشکل ہو رہا ہوگا تمہارے لیے زندگی کے نئے سفر کو قبول کرنا۔ کل تک تمہارے ذہن میں زندگی بہت سی خواہشوں، امنگوں، امیدوں سے عبارت ہوگی اور آج تم بہت سے اندیشوں اور خدشوں کو ذہن میں بسائے ہوئے ہو۔“

احم نے اُس کا ہاتھ تھام کر نئے جذبے اُس میں منتقل کیے۔ اروئی کے احساسات پکھل کر آنسوؤں کی صورت قطرہ قطرہ پھٹنے لگے۔

”سب اندیشے ذہن و دل سے نکال دو۔ زندگی سے وابستہ تمہاری ساری خواہشیں، ساری امیدیں انشاء اللہ یہاں..... اس گھر میں پوری ہوں گی۔“

”ج..... مجھے..... کوئی اند..... یقین نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ نے میرے لیے بہترین زندگی گزارنے کا وسیلہ اس صورت میں پیدا کیا ہے۔ میں تو آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ نے مجھے ایک رخ اور ناقابل برداشت زندگی جینے سے بچا لیا۔ ورنہ میں اور میرے گھر والے جیتے جی مر جاتے۔ یہ دنیا.....“ وہ یکدم سکے گئی تھی۔

احم نے اُسے فہمائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہنس نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے اروئی..... یہ فیصلہ اللہ ہی نے کروایا تھا۔ کیونکہ اُسی کے حکم پر ہم اپنی زندگی کا ہر لمحہ گزارتے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے ملا دیتا ہے۔ تمہارا میری ہمسفر بننا لکھا تھا بھی تو خیر غم بھائی کے بجائے بابا جان کے ساتھ میں چلا گیا تھا۔ ویل یہ اسٹوری تو تمہیں پیہ لگ ہی جائے گی۔ اب تم اگر اپنی گھناہستی آنکھیں صاف کر لو تو..... میں ایک فارمیٹی پوری کر لوں۔“

”اسم نے شریر نظروں سے اُسے دیکھا۔ تو اروئی نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ اُس کے چہرے پر فارمیٹی لفظ سن کر کچھ الجھن سی بھی پیدا ہو گئی تھی۔

”ویسے تو مجھے زندگی میں غیر ضروری رسموں سے ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ مگر سنا ہے خواتین کو کچھ رسمیں بے حد عزیز ہوتی ہیں۔ بلکہ رومی تک لگتی ہیں۔ جیسے شادی سے پہلے کی عید پر ملنے والے تحائف اور شادی کی پہلی رات شوہر سے ملنے والا رونمائی کا تحفہ۔ ایم آئی رائٹ؟“ اسم اُس کا ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا اور بولنا ہوا اپنے کمرے کے اندر روئی دروازے سے اسٹڈی میں چلا گیا تھا۔

چند ثانیے بعد ہی وہ ہاتھ پشت پر کیے واپس آیا اور اُسی طرح اروئی کے سامنے بیٹھ گیا۔ اروئی اس کے قریب بیٹھنے پر سٹ کر سر جھکائے بیٹھی تھی۔

”مانا کہ ہماری شادی غیر روایتی انداز میں ہوئی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہیں رونمائی کا تحفہ نہیں دوں گا۔ یہ دیکھو۔“ اسم نے پشت سے ہاتھ سامنے کیے اور مویجے کے پھولوں اور کلیوں سے گندھے گجرے اُس کے ہاتھوں میں پہنا دیے۔

اروئی کی آنکھیں ایک بار پھر چمک اٹھیں۔ محبت کا یہ انمول احساس اُس کے رگ و پے میں اتر گیا۔ چند ثانیوں کی رفاقت کا اعجاز ذہن و روح کے ربط کی صورت ظاہر ہو رہا تھا۔

اُسے پھول کس قدر پسند تھے۔ شادی سے پہلے اُن کے خاندان میں لڑکیوں کو ایسے ہار سنگھار کی اجازت ہی نہیں تھی۔ حالانکہ اُس کے دل میں ہار یا مویجے کے گجرے پہننے کی خواہش سر اُبھار اُگرتی تھی۔ آج اُس کا شریک سفر اول شب ہی اُس کی خواہش کی تکمیل کر رہا تھا۔

”کیا ہوا..... تحفہ پسند نہیں آیا؟“ اسم نے اُسے سوچتے دیکھ کر پوچھا۔

”بہت خوبصورت ہیں۔ میرے لیے بے حد انمول..... میں انہیں ساری زندگی سنبھال کر رکھوں گی۔“

”اونہ..... ہوں..... یہ پھول تو مر جھکا جائیں گے۔ انہیں سنبھالنے کے بجائے میری محبت سنبھال کر رکھنا۔ جواب ساری زندگی تمہارے ساتھ رہے گی۔ ویل لک ایٹ دس، اسم نے اپنے گرتے کی جیب سے ایک سلور رنگ کا کیس نکالا اور ایک ڈائمنڈ رنگ اُس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہناتے ہوئے کہا۔

”یہ گجرے تو میری خواہش تھی اور یہ رنگ دنیا کی خوشی..... کل تم کسی کو بتائیں کہ تمہیں رونمائی میں گجرے ملے ہیں تو سبھی تمہارا مذاق بلکہ میرا مذاق اڑاتے کہ شریخ خان کے بیٹے کی حیثیت صرف گجرے دینے کی ہے۔“

”دنیا تو..... میرے بارے میں..... بھی آپ سے سوال کرے گی..... میری حیثیت.....“

”کیا ہوا تمہاری حیثیت کو؟ بیوی ہو تم میری آئندہ بس یہی بات یاد رکھنا۔“ اسم نے اُسے درمیان میں ہی سنجیدگی سے ٹوک دیا۔ اروئی کے چہرے پر مکمل اطمینان پھیل گیا تھا۔ اسم کی طرف سے یہی یقین تو



اُسے چاہیے تھا۔

”تم..... اتنی صبح..... خیریت تو ہے انہم.....؟“ انہم کو صبح سات بجے بہت الجھت میں دیکھ کر بی بی جان کے ساتھ گھر بھی حیران تھی۔ دونوں خواتین نماز کے بعد لاؤنج میں بیٹھی ہوئی چائے پینے کے ساتھ دن بھر کا پروگرام مرتب کر رہی تھیں۔ تبھی انہم کی آمد ہوئی تھی۔

”آپ مجھے دیکھ کر حیران ہیں؟ حیرت تو مجھے ہے کہ آپ سب نے مجھے بالکل ہی بھلا دیا۔ اسم بھائی کی شادی ہو گئی اور مجھے۔“

”السلام علیکم.....“ انہم کے شوہر فائق بلال کی آمد و سلام نے نہ صرف انہم کو خاموش کر دیا بلکہ دونوں خواتین کو بھی سنبھلنے کا موقع مل گیا۔

”یہ آپ نے کیا غضب کر دیا بی بی جان..... آپ کی بیٹی نے ساری رات سونے نہیں دیا اور صبح پانچ بجے یہاں آنے کے لیے بے چین ہیں۔“

”علیکم السلام! آؤ بیٹا بیٹھو۔“ بی بی جان نے دانا کے ساتھ شفقت سے بات کرتے ہوئے انہم کو قدرے ٹھکی سے دیکھ کر کہا۔

”انہم..... اب تم بچی نہیں ہو۔ حالات و معاملات سمجھنا سیکھو..... اسم کی شادی کی اطلاع تمہیں کس نے دی؟“

”وہ..... بی بی جان..... میں نے رات انہم کو فون کیا تھا۔“ سہرینہ بھی کمرے سے نکل کر آ گئی تھی۔

”تو اطلاع دینے کے ساتھ وجوہات بھی بتانی چاہیے تھیں تاکہ یہ اس طرح ہر ایک کو پریشان کر کے، شکوے شکایتوں کے ساتھ نہ آتی۔“ بی بی جان کی سنجیدگی میں اُن کی ٹھکی پوشیدہ تھی۔ سہرینہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی۔

”بی بی جان میرے شکوے جائز ہیں۔ اپنے بھائی کی شادی کی خبر مجھے نہیں تھی۔“ انہم اپنی منوانے والی تھی۔ بابا جان کی لاڈلی تھی اسی لیے اس طرح بول رہی تھی۔

”انہم یہاں ہمیں بھی خبر نہیں تھی۔ بابا جان نے خود ہی اسم کی شادی کا فیصلہ کیا تھا اور خود ہی وہن گھر لے کر آ گئے۔ تم ایسے ہی ناراض ہو رہی ہو..... آرام سے بیٹھو۔ فائق..... ناشتہ کر کے جانا۔“ گھر بی بی جان نے نرمی سے انہم کو سمجھانے کی کوشش کی اور ناشتہ بنانے چل دیں۔

ملازمین کی موجودگی کے باوجود بچن کے کام گھر کی خواتین کی ہی ذمہ داری تھی۔

پھر فائق کے پوچھنے پر بی بی جان نے ساری بات دہرا دی۔ فائق نے تو کچھ نہیں کہا البتہ انہم ضرور بولی۔

”بابا جان نے اسم بھائی کی شادی ایک غریب فیملی میں کر دی؟ وہ یہاں ایڈجسٹ ہو جائے گی۔“

”غریب ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ اور پھر باشعور پڑھی لکھی لڑکی ہے۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ تم بھی کوئی فضول بات مت سوچو۔“ بی بی جان نے ایک بار پھر اُس کی حوصلہ شکنی کی۔

انہم سے یہ رویہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ فوراً اُنھ کھڑی ہوئی۔

”میں اسم بھائی سے ملنے جا رہی ہوں۔“ بی بی جان اُسے روکنا چاہ رہی تھیں مگر وہ روک نہیں سکیں۔



☆.....☆.....☆

منڈیر پر بیٹھی چڑیاں مٹی کی کنالی (پرات) سے دانہ چک کر چھپاتیں اور پھر سے اڑ جاتیں۔ پھر کوئی دو تین چڑیاں آتیں، آپس میں چونچ لڑاتیں۔ جلدی جلدی دانہ چک کر پھر اڑ جاتیں۔ زہرا احمد صحن میں بیڑھے پر بیٹھی کب سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

ذہن میں بیٹیوں سے وابستہ خیالات چل چل کر احساسِ دلا رہے تھے کہ بیٹیاں بھی ان چڑیوں کی طرح گھر کے آگن میں چھپاتی پھرتی ہیں۔ لڑکیوں کے بچپن سے لڑکپن اور پھر جوانی کے دور کے ایام ایک جھپکتے گزر جاتے ہیں۔ ایک دن وہ انہی چڑیوں کی طرح کسی اور آگن میں چھپانے لگتی ہیں۔ بیٹیوں کی جدائی کا سامان خود کر کے مائیں اسی طرح سے بے کل و بے چین ہونے کے بعد آخر مطمئن ہو ہی جاتی ہیں۔ زہرا بھی اروی کو رخصت کر کے اب خود کو سمجھانے کے مراحل میں تھی۔

”امی جی..... آپ اس طرح کیوں بیٹھی ہیں۔ آرام سے لیٹ جائیں۔“ زہیر بیڑھیوں سے اتر کر نیچے آتے ہوئے بولا۔ مہمانوں کی وجہ سے وہ چھت پر سو یا تھا۔ سورج کی آمد نے اُسے جگا دیا تھا۔  
”اب کیا آرام؟ ابھی سب اٹھ جائیں گے، ناشتے کا کچھ انتظام کرنی ہوں۔“ زہرا نئی فکر کے ساتھ کھڑی ہوئی۔

”اروی..... کی طرف سے جانا ہے۔“ زہیر نے جمائی روکتے ہوئے پوچھا۔  
”نہیں..... تین گھنٹے کا سفر ہے۔ اتنی دور کون جائے گا۔ وہ لوگ منع بھی کر کے گئے ہیں۔“  
”ہم میں سے پھر بھی کسی کو جانا چاہیے امی، اروی انتظار نہیں کرے گی؟“ زہیر نے پھر استفسار کیا۔  
”سمجھا رہے ہیں وہ..... ہمارے وسائل جانتی ہے۔ تمہارے ابو کہہ رہے تھے کہ دوپہر میں فون کریں گے۔ پھر اروی سے ہی مشورہ لوں گی کہ ہم اُس کے سسرال آئیں یا.....“  
”امی..... اس میں مشورہ لینے والی کیا بات ہے۔ ہم اُسے ملنے جاسکتے ہیں؟ وہ لوگ امیر ہیں تو کیا ہے۔ اب ہمارے رشتہ دار ہیں۔“ زہیر نے تردید کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ زہرا نے بیٹے کو سر ہلا کر دیکھا۔

”جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے ابو اٹھتے ہیں تو پوچھ لینا۔ وہ اگر کہیں گے تو تم چلے جانا بہن سے ملنے..... یا ہو سکتا ہے اروی خود ہی آ جائے ملنے۔“ زہرا نے اُسے سمجھاتے ہوئے کچن کی طرف قدم بڑھائے۔ زہیر سر جھٹک کر غسل خانے میں چلا گیا۔  
اروی کچھ دیر کے لیے سوئی تھی اور پھر اپنے معمول سے اٹھ کر غسل کر کے نماز پڑھ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ اہم سور ہاتھا۔ مسلسل دستک پر چونک کر وہ ایک دم بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ صبح کسی کی بھی آمد کی توقع تو تھی مگر اتنی صبح کوئی جگانے آ جائے گا وہ یہ خیال نہیں رکھتی تھی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ دروازہ کھولے یا اہم کو جگائے۔“

”اہم بھائی..... دروازہ کھولیں۔“ مسلسل پکار پر اروی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ دستک کی آواز اہم کی نیند میں پہلے ہی خلل ڈال چکی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اُس نے اپنی مندمی مندھی آنکھوں

سے دروازے کی جانب دیکھا تو اُسے جیسے کسی خواب کا گمان ہوا تھا۔  
 ”السلام.....م.....و.....علیکم!“ نیکم سے مشابہ قدرے فریبہ سی لڑکی کو دیکھ کر ارونی انک کر بولتے ہوئے دروازے میں ہی ایستادہ ہو گئی۔

”او.....تو آپ ہیں بھائی کی ہم سفر۔“ انعم کی تنقیدی نظریں اُس کے سراپے پر تھیں۔ مگرے فیروزی رنگ کے کادانی کے سوٹ میں اُس کا حسن سمندر میں اترتے چاند کی جھلک کی مانند تھا۔

وہ اُس کے چہرے پر پھیلے صبح کے اجالوں کے احساس پر جھٹکی ضرور تھی۔ مگر اس وقت وہ کچھ غصے میں تھی اس لیے اُس نے ارونی کو نظر انداز کرتے ہوئے ارونی کے ایک طرف سے اپنے اندر جانے کی جگہ بنائی۔  
 ”اھم بھا.....کی.....بس اب اٹھ جائیں۔ سا.....ری رات نہیں سوئی ہوں میں آپ کی وجہ سے اور.....آپ.....؟ آپ سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔“

انعم اُس کے سر پر کھڑی تقریباً چھ ری تھی۔ اھم فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اُسے جیسے انعم کی موجودگی کا احساس نہیں ہوا تھا۔

”کیا.....ہوا.....ہے۔ ایک گھنٹہ تو اور سونے دو۔“ پھر چونک کر اُس نے بغور آنکھیں کھول کر انعم کو دیکھا۔

”ت.....تم.....یہا.....ں.....اتنی.....صبح.....میرے روم میں؟“ اُس نے دوبارہ آنکھیں مل کر دروازے کے قریب کھڑی گم صم ارونی کو دیکھا۔ اُس کے حواس ایک دم بیدار ہو کر چوکنے ہو گئے تھے۔

”کیو.....ں؟ آپ کے روم میں میری اینٹری بند ہو گئی ہے۔“ انعم کی خفگی برقرار تھی۔  
 ”کس نے کہا ہے۔“ وہ جہائی روکتے روکتے سرسری لہجے میں پوچھنے لگا۔

”آپ نے جو کیا ہے اُس سے تو لگتا ہے میری سسرال میں بھی میری پوزیشن آ کر ڈھو جائے گی۔ یو.....کل ہی میں نے آپ کے لیے اپنے سسرال میں ایک لڑکی پسند کی تھی اور آپ نے۔“ انعم کے دل میں جو تھا بلا سوچے سمجھے بول رہی تھی۔

”میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔“ اھم نے اُسے مزید کہنے سے پہلے ٹوکا۔ پھر اُس کا موڈ دیکھ کر فوراً ہی لہجہ بدلا۔

”ڈیئر سسٹر تمہاری پلاننگ کا مجھے پتہ ہوتا تو میں بابا کے ساتھ جاتا ہی نہیں.....ویل اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ تم نے ارونی سے اپنا تعارف کروایا۔ ارونی.....مہیر.....میٹ مائی سسٹر انعم فائق.....اس کے بارے میں بھی میں نے تمہیں رات بتایا تھا نا۔“

ارونی فوراً قدم اٹھاتی اُن کے پاس آ گئی۔ انعم بنا کہے ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ اھم نے اُسے بھی بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ارونی کے تاثرات اُچھن زدہ تھے۔ وہ شرمانی سمجھتی ہوئی بیڈ کے سرے پر ٹپک گئی۔

”کیا بتایا تھا آپ نے؟“

”یہی کہ ہماری ایک بے حد لڑاکا، جھگڑالوسی بہن ہے جس کی ہم نے شادی تو کر دی ہے مگر اُس کی سواری باؤ بہاری ہر وقت.....“ اھم نے اُسے شرارت سے پھینڑا تو وہ برا مانا کر کھڑی ہو گئی۔

”اھم بھائی آپ اپنی ایک دن پہلے بننے والی بیوی کے سامنے اپنی بہن کا یہ ایجنج بنا رہے ہیں۔ ایک



رات میں ہی آپ اتنا بدل گئے کہ.....  
 ”انتم میں مذاق کر رہا ہوں..... اور تم ہر امنگنی ہو۔ کیا فائق سے جھگڑ کر آئی ہو۔“  
 ”مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔ صحیح کہتے ہیں لوگ بھائی شادیوں کے بعد بدل جاتے ہیں۔ مگر اتنی جلدی.....؟“

”انتم.....“ کھلے دروازے سے شمن بھابی اندر چلی آئی تھیں۔

”فائق کو واپس جانا ہے۔ جاؤ اس کے ساتھ ناشتہ کرو۔“

وہ مزید وہاں ٹھہری نہیں۔ اصرام کو اُس کا ارووی کو نظر انداز کرنا اور اس طرح بات کرنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ مگر وہ اپنے رویے سے کسی کو احساس بھی نہیں دلانا چاہتا تھا۔

”السلام علیکم!“ ارووی انہیں دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی تھی۔ انتم کا رویہ اُس کی بھی سمجھ سے بالاتر تھا۔

”علیکم السلام! آئی ایم سوری ہم تم لوگوں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے مگر انتم..... ابھی بچپن سے اُس میں۔ بھائی کی شادی کا سنتے ہی دوڑی چلی آئی..... ویل بیٹاؤ ناشتہ کتنے بجے بھجواؤں۔“ شمن نے بھی انتم کی باتیں سن لی تھیں۔ بھی معذرت پیش کر رہی تھیں۔

”بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم بھی کے ساتھ ناشتہ کریں گے۔“ اصرام نے فوراً ہی جواب دیا۔

”ایک دو دن کی رعایت ہے یہ..... تو پراہلم..... پھر تو روٹین پر ہی چلنا پڑے گا میرے بھائی۔“

”بڑی بھابی..... آپ ہمیں آج سے ہی روٹین میں رکھیں، آپ چلیں ہم بس آتے ہیں۔“

”اصرام یہ بی بی جان نے ہی پیغام دیا ہے ابھی ارووی سب میں کمفرٹ فیل نہیں کرے گی۔ ڈونٹ وری..... میں اوپر بھجوا دیتی ہوں تم لوگوں کے لیے ناشتہ۔“

”نہیں..... بھابی جان..... مجھے اچھا لگے گا سب کے ساتھ بیٹھنا۔“ ارووی نے اپنی رائے کا فوراً اظہار کیا۔ اصرام بھی یہی چاہتا تھا۔

ویسے بھی وہ ارووی کو رات ہی ہدایت دے چکا تھا کہ سبھی کے ساتھ گھل مل کر رہے اور گھر کے کچھ اصول و قواعد ہیں جنہیں بی بی جان نے مرتب کیا ہے۔ انہیں ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ جن میں اولین تو یہی قاعدہ ہے کہ تمام افراد خانہ ایک ساتھ ناشتہ کریں رات کا کھانا کھائیں۔ دوپہر کے کھانے کے حوالے سے ہر کوئی آزاد تھا۔ اسی طرح رات کو گیارہ بجے کے بعد بلا ضرورت گھر سے باہر جانے یا رہنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔

”تمہاری مرضی ہے تو ٹھیک ہے۔ اصرام! تم جلدی سے فریش ہو کر آ جاؤ۔ ارووی تو تیار ہے۔ آدھے گھنٹے میں آ جاؤ تم لوگ۔“ شمن بھابی نے بہت اپنائیت سے اُس کا گال سہلایا اور مسکرا کر چلی گئیں۔

ناشتے کے وقت ڈائننگ ہال میں عجب ساں تھا۔ شمن کے دونوں بیٹے معاذ اور معزز جو چھ اور پانچ سال کے تھے اپنے گھر میں ایک نئے فرد کو دیکھ کر نہ صرف حیران تھے بلکہ خوش بھی تھے۔ سیرینگی چار سالہ بیٹی سمعیہ تو چاچو کی دلہن کو بس دیکھے جا رہی تھی۔ اور شکوہ کنناں بھی چاچو سے تھی۔

”چاچو..... آپ مجھے، اپنی شادی میں نہیں لے کے گئے؟ میں نے بھی چوڑیاں لینی تھیں۔ مہندی لگوانی تھی۔ اور وہ ریڈ غرارہ بھی پہنتا تھا۔ جو میں نے باموں طلال کی شادی میں پہنا تھا۔“



اصم کے برابر کرسی پر بیٹھی اروی اپنی جھجک و گھبراہٹ کے باوجود بچوں کی باتوں سے محفوظ ہو رہی تھی۔  
 ”باکی سوئٹ فیری..... آپ اسکول سے واپس آؤ پھر آپ کو چوڑیاں بھی مل جائیں گی اور ہم بازار  
 سے مہندی بھی لگوا دیں گے اور آپ کے لیے کوئی اچھا سا ڈریس بھی لیں گے۔“ اصم نے اُسے اپنی گود میں  
 بٹھا کر بے ساختہ پیار کیا۔

”چا..... چو..... ہمیں کچھ نہیں لے کر دیں گے۔“  
 معزز را تیز تھا اسی لیے فوراً اپنا آپ منوالیتا تھا۔ جبکہ معاذ کم گو اور شرمیلا سا تھا۔  
 ”آ فلو رس..... آپ کو بھی کچھ نہ کچھ تو ملے گا۔ لیکن ابھی آپ اسکول جاؤ..... شام کو بازار جائیں  
 گے۔“ اصم نے اُسے بھی محبت سے پکڑا۔  
 ”چلو بچو..... ہری اپ ڈرائیو انتظار کر رہا ہے۔ شوا نہیں لے کر جاؤ۔“ شمن بھابی نے آکر معزیہ کو  
 اصم کی گود سے اُتار کر کھڑا کیا۔ بچے منہ بسورتے ہوئے سب کو خدا حافظ کہہ کر باہر جاتے ہوئے بڑبڑا رہے  
 تھے۔  
 ”چاچو کی شا..... دی پر بھی ہمیں اسکول بھیج رہے ہیں۔“ اُن کی بڑبڑاہٹ بڑوں کے چہروں پر  
 مسکراہٹ لے آئی۔

اروی کے لیے یہ ماحول، گھر اور یہاں کے طور طریقے بالکل نئے تھے مگر اب اُسے اسی ماحول کا حصہ  
 بننا تھا۔ اسی لیے وہ خود کو سمجھاتے ہوئے ایک عزم دل میں بسائے ہوئے اس گھر میں رچ جانے کا حوصلہ  
 خود کو دے رہی تھی۔ کبھی کی توجہ و محبت اُس کے حوصلے و عزم کو تقویت دے رہی تھی۔  
 ناشتے کے بعد بی بی جان نے اروی سمیت کبھی خواتین کو اپنے کمرے میں بلوایا۔ شریخ خان اور حفیظ  
 ویسے کے انتظامات کے لیے گھر سے جا چکے تھے۔ شام اور اصم کو آفس بھیج دیا گیا تھا۔ فائق تو پہلے ہی جا چکا  
 تھا۔

”تم سب کو یہ بتانے کے لیے بلایا ہے کہ ہم نے اصم اور اروی کے ویسے کائنات کل شام کو رینج  
 کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمہارے بابا جان اور حفیظ اسی سلسلے میں گئے ہیں۔ اور ابھی ہم یعنی میں، شمن اور  
 اروی شاپنگ کے لیے جانے والے ہیں۔ سیرینہ تم لے جاؤ اور ڈنر کا انتظام کر لیتا۔ انم اور نیلم تم اپنی بھابی کے  
 ڈر۔ سو اصم کی کسی وارڈروب میں اینڈر جسٹ کر دینا۔ اور نیلم تمہیں بعد میں سیرینہ کے ساتھ چن میں ہیملپ  
 بھی کروائی ہے۔ یہ نہ ہو کہ تم فرصت ملتے ہی فی وی کے سامنے بیٹھ جاؤ۔“ بی بی جان کی بات سن کر سیرینہ  
 نے ناچار سر ہلایا۔

شاپنگ کی شوقین سیرینہ دل موس کر رہ گئی البتہ نیلم جھٹ بولی۔  
 ”بی بی جان مجھے بھی تو بھائی کے ویسے کے لیے ڈریس لینا ہے۔ کیا میں بھائی کی شادی پر پرانا ڈریس  
 پہنوں گی۔“ نیلم نے سیرینہ اور انم کے دل کی بات بھی کہی۔  
 ”تمہیں تو ضرور بولنا ہوتا ہے نیلم..... تم انم اور سیرینہ ہمارے آنے کے بعد چلی جانا..... بچوں کو اصم  
 لے جائے گا۔ اروی بیٹا تم اپنی چادر شمو سے منکوالو۔“ بی بی جان نے اُسے محبت سے مخاطب کیا۔ اروی  
 کے چہرے پر روشن آنکھیں مزید چمک گئیں۔

”میں خود لے آتی ہوں بی بی جان۔“

”تم نہیں بیٹھو..... شمولے آتی ہے۔ جاؤ نیکم شو سے کہو۔ اور شمن تم بھی چلنے کی تیاری کرو۔“ بی بی جان کا اشارہ بھی جانتے تھے۔ باری باری اٹھ کر سبھی نکل گئے۔

انہم روٹھی ہوئی تھی اس لیے کسی بات میں نہیں بول رہی تھی۔ اُس نے جاتے جاتے مڑ کر دیکھا بی بی جان اروٹی کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔ انہم کو نجانے کیوں اپنے دل میں اروٹی سے کدورت محسوس ہوئی۔ ایک اُن جانی کم حیثیت کی لڑکی کو نجانے سبھی کیوں اس قدر اہمیت دے رہے تھے۔ بی بی جان خود اُس کے ساتھ بازار جا رہی تھیں جبکہ انہیں ہمیشہ بھائیوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ اُن کے جاتے ہی بی بی جان نے اروٹی کو اپنے پاس بلا کر بیٹھایا پھر سنجیدگی سے اُسے سمجھانے لگیں۔

”دیکھو بیٹا ہو سکتا ہے اس وقت تمہیں میری باتیں سمجھانا اچھا محسوس نہ ہو لیکن بیٹا تمہیں گھر کے چند اصولوں کے بارے میں آگاہ کرنا میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔“ بی بی جان نے بولتے بولتے کچھ توقف کیا تو اروٹی نے اپنی طرف سے اُن کی غلط فہمی دور کرنے کی سعی کی۔

”مجھے بالکل بھی برا نہیں لگے گا بی بی جان..... ماؤں کی رہنمائی زندگی کو آسان بنا دیتی ہے۔ مجھے آپ کی رہنمائی چاہیے تاکہ میں اس گھر میں سب کے دلوں میں اپنی جگہ بنا سکوں۔“

اُس کی بات بی بی جان کے دل میں ہی نہیں چہرے پر بھی اطمینان نکھیر گئی۔ اُسے بولنے کا سلیقہ تھا یہی بات انہیں پسند آتی تھی۔

”انشاء اللہ تمہاری جگہ ہمارے دلوں میں بھی رہے گی اور اس گھر میں بھی..... بس بیٹا ہمیشہ اس گھر کے سکون و امن کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنا..... یہاں بڑوں کی مانی جاتی ہے۔ اس لیے ہمیشہ خیال رکھنا کہ تمہارا کوئی فعل بڑوں کا مان نہ توڑ دے..... احم ہم سبھی کو بے حد عزیز ہے۔ میری خواہش ہے اسی طرح تمہیں بھی سب عزیز رہیں۔“

”بی بی جان سبھی مجھے عزیز رکھیں؟ یہ مراحل طے ہونے میں حقیقتاً ایک لمبا عرصہ لگے گا مگر میرے لیے یہ مرحلہ ایک پل میں طے ہو گیا تھا۔ میرے لیے یہ گھر، اور گھر کا ہر فرد ہمیشہ قابل احترام اور عزیز تر رہے گا۔ آپ کو کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

”انشاء اللہ.....“ زبدہ خان کے تفکرات بھی پل بھر میں اڑ چھو ہو گئے تھے۔ اچانک انہیں کچھ یاد آیا۔

”تم نے اپنے گھر فون کیا ہے؟ اپنی ماں سے بات ہوئی؟“ جواب میں اُس نے سر جھکا کر لٹی میں سر ہلایا۔

”کیوں؟ نہیں کی..... احم سے کہنا تھا۔ وہ لوگ فکر مند ہوں گے۔ نجانے کیا سوچتے ہوں گے ہمارے بارے میں..... جاؤ اپنے روم میں اور اپنی ماں کو فون کرو ہم تھوڑی دیر بعد چلتے ہیں۔“

”بی بی جان کا احساس اُس کی آنکھیں نم کر گیا۔ گھر والوں کے لیے دل تو بے چین تھا مگر تربیت کا تقاضہ تھا کہ سسرال میں میسے کی یاد کو صبر کے گھونٹ کے ساتھ پی جاؤ..... صبح انہم کی آمد کے بعد اُس کے احساسات پر ایک دباؤ ایک پوچھ سا پڑا تھا۔ اور پھر احم اور وہ نیچے آ گئے تھے۔ بی بی جان کو تشکر سے دیکھ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔“



”امی..... امی جی..... جلدی آئیں۔ آپنی کافون ہے۔“ وردہ خوشی سے آوازیں دے رہی تھی۔ زہرا چکن میں دوپہر کے کھانے کا انتظام کر رہی تھی۔ وردہ کی آواز پر بے اختیار باہر آئی۔ وردہ بھی کمرے سے تیزی سے نکل رہی تھی۔

”وردہ کتنی بار کہا ہے آہستہ بولا کرو۔ لڑکیوں کی آواز گھر سے باہر جانا خلافِ شرع بھی ہے اور بدتہذیبی بھی ہے۔“ زہرا نے فوراً ہی بیٹی کو نصیحت کی۔

”افوہ امی..... مجھے بعد میں نصیحت کرنا۔ پہلے اردوئی آپنی سے تو بات کر لیں۔ بے چاری کب سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔“ وردہ نے فوراً ہی زہیر کا سیل فون زہرا کی طرف بڑھایا۔ خود تو وہ پہلے ہی بات کر چکی تھی۔

”السلام علیکم..... امی جی..... آپ..... ٹھیک ہیں۔“ زہرا کو وردی کے باوجود بیٹی کی آنکھوں کی نمی بے چینی میں جھٹکا کر گئی۔ دوسری طرف اردوئی واقعی رورہی تھی۔

”وعلیکم..... السلام..... میری بیٹی..... ٹوکیسی ہے۔ تیری ساس..... تیرے گھر والے..... کسی نے کچھ کہا۔ تو نہیں۔“ زہرا بھی لہجے کی کمی اور اندرونی بے چینی کو چھپانے لگی۔ اردوئی نے ماں کو تسلی آمیز انداز میں دوپارہ مخاطب کیا۔

”امی..... آپ رورہی ہیں؟ پلیز..... امی۔“ اردوئی نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا تھا۔

”امی جی! سب بہت اچھے ہیں آپ بالکل بھی فکر نہ کریں۔ آپ کی دعاؤں کے صلے میں مجھے اللہ تعالیٰ نے بے حد اچھا سسرال دیا ہے اور اس..... اسم بھی بہترین انسان ہیں۔ آپ لوگ کل آئیں گے تو خود کچھ لیں گے۔“

”کل..... کل کیا ہے..... اور کیا تم آج نہیں آؤ گی؟“ زہرا کو بیٹی کا لہجہ یقین تو دلا یا رہا تھا مگر ماں کا دل دیکھے کچھ بغیر آمادہ ہونے پر تیار نہیں تھا۔

”کل..... ولے کا فکشن ہے امی..... اور آج تو بی بی جان مجھے شاپنگ کے لیے بازار لے جا رہی ہیں۔ اس لیے میں کیسے آ سکتی ہوں..... اور پھر۔“

”ٹھیک ہے بیٹی..... جیسے تمہاری ساس اور شوہر چاہے ویسا ہی کرو۔ شادی کے بعد لڑکی کے لیے شوہر کی خواہشوں کا احترام کرنا لازم و فرض ہو جاتا ہے۔ ہم تو تمہیں رخصت کر چکے، اب انہی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تمہیں۔ انہیں کبھی شکایت کا موقع نہ دینا۔ میری تربیت کی ہمیشہ لاج رکھنا۔“ زہرا کو اپنے فرائض یاد تھے بھی وہ بیٹی کو سمجھا رہی تھی۔ چنانچہ ہی ماں باپ سے پہلی بار دور ہونے والی بیٹی اپنی زندگی کے اس بدلاؤ پر تھوڑی بہت تو کشش کا شکار ہوئی ہے۔

”جی امی مجھے یاد ہے..... امی ابو اور بھائی سے بات نہیں ہو سکی۔ وردہ بتا رہی تھی وہ کہیں باہر گئے ہیں..... ابو جی ٹھیک ہیں ناں..... اُن کی طبیعت.....“

”بالکل ٹھیک ہیں تمہارے ابو..... زہیر کے ساتھ کیٹرنگ والوں کا حساب کتاب کرنے گئے ہیں۔ آتے ہیں تو کہتی ہوں کہ تم سے بات کر لیں۔ زہیر تو صبح ہی سے کہہ رہا تھا مگر میں نے ہی منع کر دیا۔ پتہ نہیں اتنی صبح کوئی حارے عمل کو پسند کرتا یا نہیں۔“



”امی میں شام کو خود کمرلوں گی۔ ابھی مجھے بازار جانا ہے۔۔۔ خالہ اور پھوپھو کو میرا سلام کہہ دینا، اللہ حافظ۔“ بیٹی کا فون سن کر زہرا کی بے چینی کو کچھ قرار آیا تھا۔ نظرات کے بادل چھٹتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

☆.....☆.....☆

اصم آفس آ تو گیا تھا مگر اُس کا دل و ذہن تو اروی کے حسن جہاں سوز سے متاثر وہیں اُس کے پاس بھٹک رہے تھے۔ زندگی میں اچانک آ جانے والی تبدیلی بے حد خوشگوار اور نوبلی سی تھی۔ روح میں پیدا ہونے والی لطافت کے بارے میں اُس نے سنا ضرور تھا مگر تجربہ اُسے اب ہوا تھا۔ جو سننے سے بھی زیادہ کیف آ گئیں اور سرور بخش تھا۔ رفاقتوں کا اعجاز کیا ہوتا ہے یہ اُس پر آج کھلا تھا۔ پہلی نظر میں ہو جانے والی محبت کا یقین بھی اُسے اب ہو رہا تھا۔

اروی سے یہ ذرا سی دوری عجیب بے کلی سی دل میں پیدا کر رہی تھی۔ دل اُس کے ساتھ رہنے اُس کے قرب کے لیے ہمک رہا تھا مگر ہائے اُس کی مجبوری و احترام و لحاظ کی خواہش اپنی بے قراری مٹانے کا سامان بھی نہیں کرنے دیتی تھی۔ بڑوں نے اُسے آفس آنے کے لیے کہہ دیا تھا سو اُسے آنا ہی تھا۔ شام بھائی اُسے اٹھاتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ آفر اُس کے پاس چلے آئے۔

”یار..... تمہیں یہاں بیٹھ کر سونا ہی ہے تو گھر جا کر سو جاؤ۔“ شام بھائی کے لہجے میں شرارت چھپی تھی۔

”مہ..... میں کب سو رہا تھا۔“ اصم فوراً سیدھا ہو بیٹھا۔

”اچھا.....! تم سو نہیں رہے تھے تو پھر فیصل کا فون ریسیو کیوں نہیں کیا۔“ شام اُس کے سامنے پیٹھ کر پوچھنے لگا۔

”فیصل کا فون؟“ اصم نے اپنا موبائل ڈھونڈا اشارم نے ہاتھ میں پکڑا اُس کی طرف بڑھا دیا۔ فون تھامتے ہوئے خفت سے اپنی بے خبری کے بارے میں سوچا۔ اور اشارم سے نظریں چرا کر سیل فون کا کال رجسٹر چیک کیا۔ آخری کال فیصل ہی کی ریسیو کی گئی تھی۔

”یار اتنی فرمانبرداری بھی اچھی نہیں ہوتی۔ دل نہیں چاہ رہا تھا تو آفس نہیں آتے نا..... او کے تم گھر جا کر آرام کرو۔ میں یہاں سب دیکھ لوں گا۔“ اشارم نے دوستانہ انداز میں اُسے مشورہ دیا تو وہ ایک بار پھر نظریں چرا کر بولا۔

”شام کو گھر جانا ہی ہے۔ آپ کافی بیٹیں گے؟“ اپنی سستی بھگانے کا اُسے یہی حل نظر آیا۔

”ہا.....ں میرے لیے تو منگوا لو مگر تم اٹھو اور جاؤ فیصل بھی نیچے آ گیا ہوگا۔ میں نے اُسے بلوایا ہے تم اُس کے ساتھ جاؤ۔“

”بھائی..... فی..... میں..... بابا جان..... میں نہیں جانا چاہتا اس وقت گھر۔“ اصم اپنے جذبات چھپانے کی کوشش میں گڑبڑایا۔

”میں کہہ رہا ہوں نا..... کوئی کچھ نہیں کہے گا۔“

”آئی انڈر سٹینڈ یار..... تمہاری شادی کے بعد پہلا دن آفس میں گزارنا تمہیں پسند تو نہیں آ رہا ہوگا۔“

ویل تم جاؤ انجوائے کرو۔“ شادم اُسے محبت سے کہہ رہا تھا بھی فیصل کا فون پھر آ گیا۔ اہم شرمندگی و نفرت سے اپنا کوٹ لے کر آفس سے نکل آیا۔ فیصل پارکنگ میں اُس کے لیے کار لے کر کھڑا تھا۔

”ارے یا..... ر..... ٹو آج بھی آفس آ گیا، حد ہے بھی۔“ فیصل نے گاڑی اشارت کرتے ہوئے اُسے حیران نظروں سے دیکھا۔

”آفس نہ آتا تو کیا کرتا..... آج چھٹی تو نہیں تھی۔“ اہم نے سادگی سے جواب دیا۔ فیصل نے اُس کی سادگی پر منہ ہٹا کر اُسے دیکھا۔

”تمہیں یاد ہے کل تمہاری شادی ہوئی تھی۔“

”تو؟“

”تو..... جناب اُس شادی میں آپ کا کوئی دوست بھی شریک نہیں تھا۔ تم نے ہمیں نہ بھائی سے ملوایا ہے اور نہ ہی ہمیں کوئی ٹریٹ دی ہے۔ ہم نے تمہاری طرف سے کچھ ارجح کر لیا ہے۔“

سچی ہونٹ کھینچ چکے ہیں۔ اب تمہیں آدھے گھنٹے تک بھائی کو لے کر ہوٹل پہنچنا ہے۔ تم کہتے ہو تو میں تمہیں کپ کر لیتا ہوں۔“ فیصل نے ڈرائیو کرتے ہوئے اُسے اطلاع دی تو اہم حیرت سے گویا ہوا۔

”مجھے بتائے بغیر..... پروگرام بنالیا..... کل ویسے کا ڈنرا رینج ہو رہا ہے تا..... تم سبھی کو انوائٹ کرنا ہی تھا۔“

”کل کی کل دیکھیں گے تم ابھی بتاؤ آ رہے ہو یا میں ہی تمہارا انتظار کروں۔“ فیصل نے گاڑی گھر والی سڑک پر موڑی۔

”میں..... اروہی کو نہیں لاسکتا..... یو نو ویری ویل بی بی جان یہ سب پسند نہیں کریں گی کہ پہلے روز ہی میں اُسے اپنے دوستوں میں لے جاؤں۔“

”یار..... ٹو تو ایسے ڈر رہا ہے جیسے اپنی بیوی کو نہیں کسی غیر لڑکی کو لے کر آنا ہے۔ وہاں رمیز کی وائف بھی آ رہی ہے۔ سعدی فیاضی بھی ہوگی۔ شادویز نے بھی اپنی منکوحہ کو بلوایا ہے۔ تمہاری شادی کی ریسپنشن ہے اور لہن کے بغیر کیا خاک مڑا آئے گا۔ میں بھی فریش ہو کر آتا ہوں۔ تم بھی جاؤ اور بھابی کو تیار کر کے لاؤاؤ کے۔“

”آئی..... ایم سوری..... فیصل تم اچھی طرح ہماری فیملی ویلیوز جانتے ہو۔ آئی تو میں چاہوں گا پھر بھی اروہی اس وقت میرے ساتھ نہیں آئے گی۔ تم لوگوں نے ارتجمنٹ سے پہلے مجھ سے تو کنفرم کر لینا تھا۔“

اہم نے صاف گوئی سے کہا تو فیصل کا موڈ خراب ہو گیا۔

”میں جانتا ہوں فیملی ویلیوز کے بارے میں مگر شادی کے دنوں میں تو کچھ رعایت سبھی کو ملتی ہے۔ اور ہم تمہارے دوست ہیں۔ تمہاری خوشی ہماری خوشی ہے۔“ فیصل گاڑی گیٹ کے سامنے روکے بول رہا تھا۔

اہم نے اُس کی ناراضگی محسوس کرتے لب بھینچ کر اُسے دیکھا اور پھر اپنا سیل فون نکال کر اُس نے گھر کا نمبر پیش کیا۔ بیل بج رہی تھی۔

”میں بی بی جان سے پوچھ لیتا ہوں اگر وہ مانیں تو..... ورنہ.....“ اہم نے بیل بجنے تک کے دورانے میں اُسے بتایا۔ چند لمحوں بعد سر یہ بھابی نے کال دے دی۔ اہم نے فون کا انویکٹر بھی آن کر دیا تھا۔



”اسلام علیکم بھابی جان..... بی بی جان قریب ہیں تو ان سے بات کراویں۔“  
 ”بی بی جان سے بات کرنی ہے یا.....“ سہرینہ بھابی کی آواز میں شرارت کار چاؤ تھا۔  
 ”آف کورس بی بی جان سے اس بات کرنی ہے۔“

”صحیح بتاؤ..... ہماری دیورانی کی یادستار ہی ہے تاجو! شادی کے شروع میں سبھی کا یہی حال ہوتا ہے۔ ویسے اس وقت میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اس وقت گھر پر نہ بی بی جان ہیں اور نہ ہی تمہارے سینوں کی رانی..... وہ لوگ شاپنگ کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ دل زیادہ ہی بے قرار ہے تو شمن بھابی اپنا سیل فون لے کر گئی ہیں۔ اوہ..... لیکن میں دودھ اُٹل گیا ہے۔“ سہرینہ بھابی نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

فیصل نے مزید بری شکل بناتے ہوئے اُسے دیکھ کر کہا۔  
 ”تمہاری نیت ہی خراب تھی..... تم تو چل رہے ہو یا سبھی کی جوتیاں مجھے کھانی پڑیں گی۔ وہاں سبھی پہنچ چکے ہوں گے۔ بھابی کی کوئی تصویر تو ہے تاہم سیل فون میں۔“ فیصل نے گاڑی اشارت کی۔  
 ”کیوں؟ اُس کی کیا ضرورت ہے۔“ اسم نے حیرت سے پوچھا۔  
 ”تصویر دیکھ کر سب یقین کر لیں گے کہ تمہاری شادی ہو گئی ہے۔“  
 ”یونو..... قصی ایسی چیپ حرکتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔“  
 ”یا..... تو اتنا اُن رومینک کیوں ہے۔ بیوی کی تصویر پر س یا سیل فون میں رکھنا چیپ حرکت ہے؟“

”سچ بتانا..... تو نے بھابی سے اظہار محبت بھی کیا ہے یا یہ بھی تجھے چیپ حرکت لگتی ہے۔ بے چاری پچھتا رہی ہوں گی کہ کیسے رف اور اُن رومینک بندے سے شادی کر لی ہے۔“  
 ”میری شادی ہوگی تو دیکھنا اپنی بیوی کو یڈنگ ٹائٹ ہی لے کر ایسا غائب ہو جاؤں گا کہ دس دن تک کسی کو میری خبر نہیں ملے گی۔“ فیصل نے چرتے ہوئے اُسے اچھی خاصی سنائیں۔  
 ”شٹ اپ..... سامنے دیکھ کر ڈرائیو کرو۔“ اسم نے اُسے مصنوعی غصے سے جھاڑا۔

☆.....☆.....☆

ویسے کی تقریب کا شاندار انتظام سبھی سر راہ رہے تھے۔ عزیز واقارب اسم کی اچانک شادی کے حوالے سے حیران بھی تھے۔ زبدہ خان اور شریخ خان کی وضاحت کچھ لوگوں کے لیے قائل یقین تھی اور کچھ لوگوں کے لیے یہ بات خاصی مشکوک تھی کہ شریخ خان اپنے دوست کی بیٹی کو سادگی سے اپنی بہو کی حیثیت دے کر لائے ہیں۔

بہر حال لوگوں کے رویے اور باتیں اُن پر اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ اپنے فیصلوں اور ارادوں کے خود مختار تھے۔ انہیں کسی کی پرواہ بھی نہ خیال..... تقریب میں اردوئی کے گھر والوں کے علاوہ چند ایک خاص عزیز بھی شریک تھے۔ اردوئی کی قسمت کا رونا رونے والے اردوئی کا چمکتا ستارہ دیکھ کر اب سشدر تھے۔ پھوپھو سیکینہ تو خاصی مرحوب سی بیٹھی تھیں اور اپنی بھابیوں کے سامنے اپنے کہے کی ہی تردید کر رہی تھیں۔



”دیکھ لو..... یہ ہوتا ہے مقدر..... میں تو کہہ رہی تھی۔ رونے پینے کے بجائے شکر ادا کرو۔ کیسا بڑا گھر ملا ہے ہماری بیٹی کو..... احمد حسن کی تو ساری فکریں ہی ختم ہو گئیں۔ زہرا نے تو کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ بیٹی ایسے بڑے گھر میں پیدا ہی جائے گی۔ دیکھو زینت بھائی! کیا روپ آیا ہے ناروئی پر، ہائے کیسی پیاری لگ رہی ہے نا..... وردہ بتا رہی تھی اُس جگہ سے تیار ہوتی ہے وہ جہاں سے ٹی وی اور فلم کی اداکارائیں تیار ہوتی ہیں۔ وہ کیا نام ہے نا.....“ زینت کے تیور و تاثرات اُن کی باتیں سن کر مزید خراب ہو گئے تھے۔ وہ مجبوری میں شریک ہوئی تھیں۔

”آپا..... سب پیسے کی بات ہے۔ جتنا لٹاؤ اتنی واہ واہ ہوتی ہے۔ ہمیں کیا لینا دینا ہے اس شوشا سے..... اُلتا ہماری بچیوں کے دل کس رہے ہیں۔ کوئی اہمیت ہی نہیں ہے ہماری تو۔“ زینت چچی کو یہ ملال تھا کہ آزادی سے بھی کی سن گن نہیں لے سکتی تھیں۔ سرسری تعارف کے بعد انہیں ایک طرف بٹھا دیا گیا تھا البتہ زہرا وردہ اور نمرہ خالد اردوئی کے پاس اسٹیج پر موجود تھیں۔

☆.....☆.....☆

اردوئی واقعی بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔ آسمانی رنگ کے جدید طرز کا پیردوں تک جاتا فراک جو میکسی بھی لگتا تھا۔ اس پر بے حد خوبصورت کرٹلز سفید پرلز اور گلابی دیکے اور کامدانی کا کام عجیب بہار دکھا رہا تھا۔ اُسی طرح دوپٹے پر بھی کام بھرا بھرا تھا۔ گھیر دار لباس کی وجہ سے آسمانی چوڑی دار پا جامہ پر ہوا کام نمایاں تو نہیں تھا البتہ جب وہ کھڑی ہوتی تھی تو بپتہ چلتا تھا۔

زہرا دل ہی دل میں بیٹی کی بلائیں لے رہی تھی۔ وردہ بہن کو دیکھ کر خوش تھی اور احمد حسن کے بے قرار دل کو قرار مل گیا تھا۔ بیٹی کے لبوں کی مسکراہٹ انہیں سمجھا گئی تھی۔ سچی وہ بار بار اصرار اور شریح خان سے اظہار تشکر کر رہے تھے۔ جس پر اصرار نے آخر انہیں محبت و احترام سے ٹوک ہی دیا۔

”پلیز انکل آپ مجھے بار بار شرمندہ کر رہے ہیں۔ ہم مقدر کو مانتے ہیں تو پھر اس میں ایک دوسرے کا احسان مند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اُس نے مجھے بہتر زندگی گزارنے کے لیے اپنی رضا سے نوازا۔ آپ بھی اُسی کا شکر ادا کریں۔“

”ہمارا بیٹا بالکل صحیح کہہ رہا ہے۔ ہمیں اللہ نے نعمتیں عطا کی ہیں تو ہمیں اُسی کا شکر ادا کرنا چاہیے۔“ شریح خان نے بھی اصرار کی تائید کی۔ پھر کچھ سوچ کر بولے۔

”میں تم سے یہ پوچھنے آیا تھا یا کہ تمہاری طرف ایسی کوئی خاص رسم تو نہیں ہے نا کہ داماد اور بیٹی کو ابھی لے جاؤ۔ دراصل ہم بھی چاہ رہے ہیں کہ ہم سب کُل اکٹھے ہی تمہاری طرف آتے ہیں۔“

”آپ کو جیسے مناسب لگتا ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بھائی صاحب۔“ احمد حسن کو بھلا کیا اعتراض ہوتا۔ یہاں آکر انہیں بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ بیٹی داماد کو کسی رسم کے نام پر لے جانا اپنی کم مانگی کے احساس کو مزید بڑھاتا تھا۔ وہاں داماد کے شایان شان انتظام نہ کر سکنے کا ملال ساری عمر دل میں رکھنے سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ وہ اُن کی تجویز مان لیتے۔

”پھر بھی احمد تم لوگ گھر کی خواتین سے مشورہ کر لو۔“

(اس خوبصورت ناول کی اگلی قسط ماہ نومبر میں ملاحظہ فرمائیں)

WWW.PAKSOCIETY.COM

239